

Published:
February 15, 2026

Enhancing the Professional Competencies of Qur'an Teachers at the Secondary Level: Pedagogical Constraints and a Structured Training Framework

ثانوی تعلیمی سطح پر قرآن کے اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی ترقی: تدریسی رکاوٹیں اور مؤثر تربیتی فریم ورک

Muhammad Ahmad

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies
Lahore

Email: zeeshanahmad8833@gmail.com

Dr. Ahmad Raza

Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract

This study examines the professional development of secondary-level Quran teachers, focusing on the challenges in instructional practice and proposing a framework integrating Islamic educational philosophy with contemporary pedagogical science. Quranic teaching is constrained by curricular limitations, institutional priorities, limited resources, and large class sizes, affecting teaching quality. Teachers often face gaps in subject mastery, pedagogical skills, and student-centered techniques. Modern approaches such as interactive learning, Bloom's Taxonomy, outcome-based education, and digital tools—including e-learning platforms and Quranic apps—can enhance understanding and moral development when aligned with Shariah principles and teacher guidance. Balanced professional training that combines traditional madrasah knowledge with contemporary pedagogical skills, supported by continuous professional development, performance evaluation, and research-informed strategies, is essential. Policy-level reforms, including curricular updates and certification standards, are crucial to create a sustainable teaching environment. A holistic framework integrating structural support, ethical grounding, pedagogical expertise, and ongoing capacity building is indispensable for improving the quality, relevance, and impact of Quranic education at the secondary level.

Keywords: Quranic Education, Secondary-Level Teaching, Teacher Professional Development, Pedagogical Competence, Instructional Challenges, Modern Teaching Methods, Continuous Professional Development (Cpd), Educational Policy

تعارف

عصر حاضر کا تعلیمی نظام محض معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں بلکہ فکری تشکیل، اخلاقی تربیت اور سماجی ذمہ داری کے شعور کی آبیاری کو بھی اپنا بنیادی ہدف قرار دیتا ہے۔ اسلامی تناظر میں یہ ذمہ داری اور بھی اہم ہو جاتی ہے، کیونکہ قرآن کریم محض مذہبی متن نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور تمدنی رہنمائی کا جامع سرچشمہ ہے۔ ثانوی تعلیمی سطح وہ مرحلہ ہے جہاں طالب علم ذہنی بلوغت، تنقیدی صلاحیت اور اقداری شعور کے ابتدائی استحکام سے گزرتا ہے، اس لیے اسی سطح پر قرآنی تعلیم کا انداز اور معیار اس کی شخصیت سازی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔

موجودہ تعلیمی نظام میں اگرچہ قرآن کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے، تاہم اس کی تدریس اکثر رسمی تقاضے تک محدود رہتی ہے۔ تدریسی اوقات کی کمی، امتحان مرکوز نظام، اور عصری مضامین کو ترجیح دینے کے رجحان نے قرآنی تعلیم کے تربیتی و فکری پہلو کو کمزور کر دیا ہے۔ مزید برآں، اساتذہ کی پیشہ ورانہ تیاری، تدریسی مہارتوں کی نوعیت، اور ادارہ جاتی پالیسیوں میں عدم توازن کے باعث تدریس قرآن کا مطلوبہ اثر سامنے نہیں آ پاتا۔ ایسے تناظر میں ثانوی سطح پر قرآن پڑھانے والے اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں، تدریسی ماحول، اور نصابی ڈھانچے کا تجزیہ ناگزیر ہو جاتا ہے، تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ موجودہ تعلیمی فضا قرآن کی تعلیم کو کس حد تک موثر بناتی ہے اور کن جہات میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہی پس منظر اس بحث کو جنم دیتا ہے جس میں سب سے پہلے ثانوی تعلیمی سطح پر تدریس قرآن کے موجودہ تعلیمی تناظر کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ثانوی تعلیمی سطح پر تدریس قرآن کا موجودہ تعلیمی تناظر

ثانوی تعلیمی سطح وہ مرحلہ ہے جہاں طالب علم فکری پختگی، تجزیاتی سوچ اور اخلاقی شعور کے اعتبار سے ایک عبوری کیفیت میں ہوتا ہے۔ اسی سطح پر قرآنی تعلیم محض ناظرہ یا تلاوت تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کا اصل ہدف فہم، شعور اور عملی وابستگی کی تشکیل بن جاتا ہے۔ موجودہ تعلیمی تناظر میں تدریس قرآن مختلف نظام ہائے تعلیم سرکاری اسکول، نجی تعلیمی ادارے، دینی مدارس سے منسلک اسکول سسٹمز، اور یکمہرج یا بین الاقوامی نصاب رکھنے والے اداروں میں جداگانہ انداز سے رائج ہے، جس کے نتیجے میں تدریسی مقاصد، طریقہ کار اور نتائج میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

نصاب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ثانوی سطح پر قرآن کی تعلیم اکثر دو اداروں میں تقسیم نظر آتی ہے:

(1) رسمی نصابی دائرہ جس میں منتخب سورتوں کا ترجمہ، مختصر تشریح، اور اخلاقی اسباق شامل ہوتے ہیں؛

Published:

February 15, 2026

(2) غیر رسمی یا تکنیکی دائرہ جس میں ناظرہ، تجوید، اور بعض اوقات حفظ یا قراءت کی مشق شامل کی جاتی ہے۔ سرکاری نصاب عموماً اخلاقی و سماجی پہلوؤں پر زور دیتا ہے اور قرآن کو ایک اخلاقی رہنمائی کی کتاب کے طور پر پیش کرتا ہے، جبکہ نجی اداروں میں تدریس کا معیار اساتذہ کی تیاری اور ادارے کے نظریاتی رجحان پر منحصر ہو جاتا ہے۔¹

تعلیمی ڈھانچے کے لحاظ سے ایک بڑا مسئلہ وقت کی تقسیم ہے۔ ثانوی سطح پر سائنسی اور عصری مضامین کو ترجیحی حیثیت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے قرآن کے پیریڈز محدود ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً تدریس سطحی، امتحان مرکوز اور معلوماتی نوعیت اختیار کر لیتی ہے، جبکہ قرآن کی اصل روح—تدبر، فکری تشکیل اور کردار سازی—پس منظر میں چلی جاتی ہے۔²

مزید یہ کہ اکثر اداروں میں قرآن کی تدریس کو، ”کم اہم“ مضمون سمجھا جاتا ہے جس سے اساتذہ کی پیشہ ورانہ حیثیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ سرکاری اور نجی اداروں کے فرق کو دیکھا جائے تو سرکاری نظام میں نصاب یکساں ہونے کے باوجود وسائل کی کمی، بڑے کلاس سائز، اور تربیت یافتہ اساتذہ کے فقدان جیسے مسائل حائل رہتے ہیں۔ اس کے برعکس نجی ادارے وسائل کے لحاظ سے بہتر ہو سکتے ہیں، مگر وہاں قرآن کی تدریس ادارے کی پالیسی پر منحصر ہوتی ہے؛ بعض اداروں میں اسے مرکزی حیثیت دی جاتی ہے جبکہ بعض میں یہ محض رسمی تقاضا بن کر رہ جاتا ہے۔³

اس فرق کا براہ راست اثر طلبہ کے قرآنی فہم، تجویدی درستگی اور عملی وابستگی پر پڑتا ہے۔

تدریسی ترجیحات کے میدان میں ایک اہم رجحان یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کو اخلاقی تربیت کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے، مگر اکثر یہ ربط نظریاتی رہ جاتا ہے۔ عملی اطلاق، مکالماتی تدریس، اور معاصر مسائل کے ساتھ قرآنی رہنمائی کا ربط کمزور نظر آتا ہے۔ جدید تعلیمی نظریات طالب علم کو سیکھنے کے عمل کا فعال شریک سمجھتے ہیں، مگر قرآن کی کلاس میں اب بھی خطیبانہ اور یک طرفہ طریقہ تدریس غالب ہے۔⁴

اس کے نتیجے میں قرآن ایک زندہ رہنما کتاب کے بجائے ایک امتحانی مضمون کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

¹ فضل الرحمن، اسلام اور جدیدیت، ترجمہ احمد جاوید، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2002، 145

² سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010، 89

³ خورشید احمد، اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1998، 212

⁴ Ismail Raji al-Faruqi, Islamization of Knowledge, Herndon, IIIT, 1982, 47

Published:

February 15, 2026

مزید بر آں، لسانی مسئلہ بھی اہم ہے۔ طلبہ کی اکثریت عربی زبان سے ناواقف ہوتی ہے، جبکہ تدریس اکثر ترجمہ یاد کروانے تک محدود رہتی ہے۔ فہم سیاق، اسلوب

قرآن، اور موضوعاتی ربط پر توجہ کم دی جاتی ہے، جس سے قرآنی پیغام کی گہرائی تک رسائی محدود رہتی ہے۔⁵

مجموعی طور پر موجودہ تعلیمی تناظر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ثانوی سطح پر تدریس قرآن ایک ایسے مرحلے پر کھڑی ہے جہاں نصاب موجود ہے مگر اس کا فکری اور تربیتی اثر

محدود ہے۔ اس صورت حال کا بنیادی سبب تدریسی ترجیحات، ادارہ جاتی ڈھانچے، اور پیشہ ورانہ طور پر تیار شدہ اساتذہ کی کمی ہے۔ یہی تناظر اس بات کا تقاضا کرتا ہے

کہ تدریس قرآن کو محض نصابی تقاضے کے بجائے ایک فکری و تربیتی عمل کے طور پر از سر نو منظم کیا جائے۔

اساتذہ قرآن کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا نظریاتی فریم ورک

ثانوی تعلیمی سطح پر تدریس قرآن کو مؤثر بنانے کے لیے محض دینی معلومات کافی نہیں ہوتیں، بلکہ اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا ایک مربوط نظریاتی فریم ورک

درکار ہوتا ہے جو علم مضمون، تدریسی حکمت عملی، طلبہ کی نفسیات، اور اقداری تربیت کو یکجا کرے۔ اس تناظر میں جدید تعلیمی نظریات میں پیش کیا گیا

Pedagogical Content Knowledge (PCK) کا تصور خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ استاد صرف ”کیا پڑھانا

ہے“ نہیں جانتا بلکہ ”کیسے پڑھانا ہے“ اور ”کس سطح پر پڑھانا ہے“ کی بھی گہری سمجھ رکھتا ہو۔⁶

قرآن کے استاد کے لیے یہ تصور اس وقت زیادہ بامعنی ہو جاتا ہے جب قرآنی متن کی فکری گہرائی، لسانی ساخت اور اخلاقی پیغام کو طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق منتقل

کرنا ہو۔

PCK کے دائرے میں قرآن کے استاد کے لیے تین بنیادی جہات سامنے آتی ہیں۔ پہلی جہت علمی مہارت ہے جس میں تجوید، ترجمہ، بنیادی تفسیر، اور قرآنی

اسلوب کی سمجھ شامل ہے۔ دوسری جہت تدریسی مہارت ہے جس میں سبق کی منصوبہ بندی، مثالوں کا انتخاب، سوال و جواب کا اسلوب، اور مشکل مفہیم کو آسان

انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت شامل ہے۔ تیسری جہت طلبہ کی فکری و نفسیاتی سطح کی آگاہی ہے، کیونکہ ثانوی سطح کے طلبہ استدلال، سوال اٹھانے اور تنقیدی سوچ

کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس مرحلے پر اگر استاد محض روایت پر مبنی اسلوب اپنائے تو طلبہ کی ذہنی تسکین نہیں ہو پاتی۔⁷

⁵ محمود احمد نازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011، 63۔

⁶ Lee S. Shulman, "Those Who Understand Knowledge Growth in Teaching," Educational Researcher 15, no. 2 (1986) 9۔

⁷ سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010، 112۔

Published:

February 15, 2026

دینی و عصری تدریسی مہارتوں کا امتزاج اس نظریاتی فریم ورک کا دوسرا اہم ستون ہے۔ روایتی دینی تعلیم میں حفظِ متن، سماعی روایت، اور استاد کی شخصی اتھارٹی کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے، جبکہ جدید تعلیمی نظریات سیکھنے کے عمل کو اشتراکی، مکالماتی اور تجرباتی قرار دیتے ہیں۔ قرآن کے استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان دونوں روایتوں میں توازن پیدا کرے: یعنی متن کی تقدیس اور علمی صحت کو برقرار رکھتے ہوئے تدریس کو ایسا بنائے جس میں طلبہ فعال شریک ہوں۔⁸

اس امتزاج کے بغیر قرآن کی تعلیم یا تو محض معلوماتی، یا محض خطیبانہ رہ جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمی روایت اس نظریاتی فریم ورک کو ایک روحانی و اخلاقی بنیاد بھی فراہم کرتی ہے۔ اسلامی تصورِ تعلیم میں استاد محض علم کا ناقل نہیں بلکہ کردار کا نمونہ اور اخلاقی راہنما ہوتا ہے۔ کلاسیکی مسلم مفکرین نے معلم کے لیے اخلاص، حلم، شفقت، تدریج، اور طالب علم کی استعداد کے مطابق تعلیم دینے پر زور دیا ہے۔⁹

یہ اصول دراصل جدید PCK تصور کی اخلاقی توسیع ہیں، کیونکہ یہ تدریسی مہارت کو اقداری تربیت کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ قرآن کے استاد کی پیشہ ورانہ صلاحیت اس وقت مکمل سمجھی جائے گی جب اس کی علمی مہارت، تدریسی حکمت اور اخلاقی کردار ہم آہنگ ہوں۔

اس نظریاتی فریم ورک کا ایک اہم پہلو معاصر تعلیمی تقاضوں سے ربط بھی ہے۔ ثانوی سطح کے طلبہ ڈیجیٹل ماحول میں پروان چڑھتے ہیں، اس لیے استاد کے لیے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ بصری و سمعی ذرائع، مکالماتی سرگرمیوں اور مسئلہ حل کرنے کی تدابیر کو تدریس کا حصہ بنائے۔ اس سے قرآن کی تعلیم جامد معلومات کے بجائے زندہ فکری رہنمائی کی صورت اختیار کرتی ہے۔¹⁰

یوں کہا جاسکتا ہے کہ اساتذہ قرآن کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا نظریاتی فریم ورک تین دائروں کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے:

(1) قرآنی علم کی گہرائی

(2) مؤثر تدریسی حکمتِ عملی

(3) اسلامی اخلاقی و تربیتی روایت۔

ان تینوں کے توازن کے بغیر نہ تدریس مؤثر ہوتی ہے اور نہ ہی قرآن کی تعلیم اپنے اصل مقصد — فکری و اخلاقی تشکیل — کو حاصل کر پاتی ہے۔

⁸ Ismail Raji al-Faruqi, Islamization of Knowledge, Herndon, IIIT, 1982, 54.

⁹ ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، قاہرہ، دارالمعرفہ، بغیر سال اشاعت، 551۔

¹⁰ محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011ء، 71۔

Published:

February 15, 2026

تدریسی رکاوٹیں اور ساختی مسائل

ثانوی تعلیمی سطح پر تدریس قرآن کو درپیش مسائل میں سب سے بنیادی نوعیت کے مسائل وہ ہیں جو تعلیمی ڈھانچے، پالیسی اور ادارہ جاتی ترتیب سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ رکاوٹیں براہ راست استاد کی تدریسی کارکردگی اور طلبہ کے تعلیمی نتائج کو متاثر کرتی ہیں، خواہ استاد علمی و اخلاقی اعتبار سے کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ ساختی مسائل کی موجودگی میں بہترین تدریسی حکمت عملی بھی مطلوبہ نتائج نہیں دے پاتی۔

سب سے پہلے نصاب کی نوعیت ایک اہم مسئلہ ہے۔ ثانوی سطح کے نصاب میں قرآن کو عموماً محدود ابواب یا منتخب سورتوں تک مقید کر دیا جاتا ہے، اور ان کا مطالعہ بھی زیادہ تر امتحانی تقاضوں کے تحت ہوتا ہے۔ نصاب میں موضوعاتی ربط، تدبر، اور معاصر زندگی سے تعلق کو منظم طور پر شامل نہیں کیا جاتا، جس سے قرآن کی تعلیم ایک مربوط فکری نظام کے بجائے جزوی معلومات کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ اس صورت حال میں استاد کے لیے بھی یہ مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ قرآنی تعلیم کو طلبہ کی عملی زندگی سے جوڑ سکے۔¹¹

اوقات تدریس کی کمی و سراسر ساختی مسئلہ ہے۔ ثانوی سطح پر سائنس، ریاضی اور زبانوں جیسے مضامین کو ترجیحی حیثیت حاصل ہوتی ہے، جبکہ قرآن یا اسلامیات کے لیے محدود پیریڈز مختص کیے جاتے ہیں۔ نتیجتاً تدریس جلد بازی میں مکمل کی جاتی ہے اور استاد کے پاس نہ تو مکالمہ، نہ مشق، اور نہ فہم کی گہرائی پر کام کرنے کا مناسب وقت ہوتا ہے۔ اس سے قرآنی تعلیم کا مقصد جو تدریس اور کردار سازی سے جڑا ہے — کمزور پڑ جاتا ہے۔¹²

وسائل کا فقدان بھی تدریسی معیار پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ بہت سے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں قرآنی تدریس کے لیے معیاری کتب، آڈیو ویڈیو ذرائع، یا تربیتی مواد دستیاب نہیں ہوتے۔ کلاس روم کا ماحول بھی اکثر روایتی ہوتا ہے جہاں جدید تدریسی ذرائع کے استعمال کا امکان کم رہ جاتا ہے۔ اس کے برعکس نجی اداروں میں وسائل کی دستیابی تو ہو سکتی ہے، مگر وہاں بھی ان کا استعمال استاد کی تربیت اور ادارے کی ترجیحات پر منحصر ہوتا ہے۔¹³

کلاس سائز ایک عملی رکاوٹ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جب ایک استاد کے سامنے طلبہ کی تعداد زیادہ ہو تو انفرادی رہنمائی، تجوید کی درنگی، اور فہم آیات پر مکالمہ محدود ہو جاتا ہے۔ قرآن کی تعلیم چونکہ تلفظ، قراءت، اور فکری گفتگو کا تقاضا کرتی ہے، اس لیے بڑے کلاس سائز تدریس کو رسمی اور اجتماعی لیکچر تک محدود کر دیتے ہیں۔¹⁴

¹¹ خورشید احمد، اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1998، 198

¹² سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010، 134

¹³ Ismail Raji al-Faruqi, Islamization of Knowledge, Herndon, IIIT, 1982, 61

Published:

February 15, 2026

ادارہ جاتی پالیسیوں کے اثرات بھی نہایت اہم ہیں۔ اگر تعلیمی ادارہ قرآن کی تدریس کو محض نصابی ضرورت سمجھتا ہو تو اساتذہ کی تربیت، جائزہ، اور ترقی کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جہاں ادارہ قرآن کو اخلاقی و فکری بنیاد سمجھ کر ترجیح دیتا ہے، وہاں تدریسی معیار میں نمایاں بہتری دیکھی جاتی ہے۔ پالیسی کی سطح پر یہ فرق اساتذہ کی حوصلہ افزائی، تدریسی نگرانی، اور نصابی جدت پر اثر انداز ہوتا ہے۔¹⁵

مجموعی طور پر یہ ساختی مسائل اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تدریس قرآن کا معیار محض فردی کوشش سے بہتر نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے لیے نصاب، وقت کی تقسیم، وسائل، کلاس سائز اور ادارہ جاتی پالیسیوں میں ہم آہنگ اصلاح ناگزیر ہے۔ جب تک تعلیمی ڈھانچہ خود قرآن کی تدریس کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو، اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتیں بھی مکمل طور پر مؤثر ثابت نہیں ہو سکتیں۔

قرآن پڑھنے میں جدید تدریسی رجحانات اور ان کا اطلاق

ثانوی سطح پر قرآنی تدریس کو مؤثر بنانے کے لیے جدید تعلیمی رجحانات سے استفادہ ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ روایتی خطیبانہ انداز جہاں معلومات کی ترسیل تک محدود تھا، وہاں جدید تدریسی نظریات سیکھنے کے عمل کو طالب علم کی فکری سرگرمی، تجربے اور مکالمے سے جوڑتے ہیں۔ قرآن کی تعلیم میں ان رجحانات کا اطلاق دراصل فہم قرآن کو زندہ اور بامعنی بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

Student-centered learning کا بنیادی اصول یہ ہے کہ طالب علم سیکھنے کے عمل کا فعال شریک ہو۔ قرآنی تعلیم میں یہ طریقہ اس وقت مؤثر بنتا ہے جب طلبہ کو آیات کے مفہوم پر غور، سوال اٹھانے، اور عملی مثالوں پر گفتگو کا موقع دیا جائے۔ اس سے قرآن محض پڑھا جانے والا متن نہیں بلکہ سمجھا اور محسوس کیا جانے والا پیغام بن جاتا ہے۔¹⁶

Interactive methods جیسے گروہی مباحثہ، سوال و جواب، اور صورت حال پر مبنی مشقیں قرآنی اسباق کو زندگی سے جوڑتی ہیں۔ مثال کے طور پر اخلاقی آیات کو موجودہ سماجی مسائل کے تناظر میں زیر بحث لانا طلبہ کی فکری شمولیت بڑھاتا ہے۔ یہ انداز روایتی یک طرفہ تدریس کے مقابلے میں زیادہ دیر پا اثر رکھتا ہے۔¹⁷

¹⁴ Lee S. Shulman, "Those Who Understand Knowledge Growth in Teaching," Educational Researcher 15, no. 2 (1986) 12

¹⁵ محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، التفصیل ناشران، 84:2011

¹⁶ John Dewey, Experience and Education, New York, Macmillan, 1938, 62

Published:

February 15, 2026

Bloom's Taxonomy کا اطلاق قرآنی تعلیم کو یادداشت کی سطح سے اوپر لے جاتا ہے۔ محض ترجمہ یاد کروانے کے بجائے فہم، تجزیہ، اطلاق اور تنقیدی

غور کی سطحوں پر کام کیا جائے تو طلبہ آیات کے پیغام کو اپنی زندگی کے تناظر میں سمجھنے لگتے ہیں۔¹⁸

اسی طرح Outcome-based education اس بات پر زور دیتی ہے کہ تدریس کا ہدف واضح نتائج ہوں، مثلاً: درست تجوید، بنیادی فہم آیات، اور

اخلاقی رویوں میں مثبت تبدیلی۔ اس سے قرآنی تعلیم کا جائزہ صرف تحریری امتحان تک محدود نہیں رہتا بلکہ رویوں اور فہم کی سطح کو بھی شامل کرتا ہے۔¹⁹

یوں جدید تدریسی رجحانات کا اطلاق قرآنی تعلیم کو رسمی اور جامد طریقہ تدریس سے نکال کر ایک بامقصد، فکری اور عملی عمل میں تبدیل کر دیتا ہے، بشرطیکہ استاد ان

اصولوں کو قرآنی تقدس اور علمی صحت کے ساتھ ہم آہنگ رکھے۔

ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل ذرائع کا کردار

عصر حاضر میں ثانوی سطح کے طلبہ ایک ڈیجیٹل ماحول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس لیے قرآنی تدریس میں ٹیکنالوجی کا استعمال محض سہولت نہیں بلکہ تدریسی

ضرورت بنتا جا رہا ہے۔ E-learning tools جیسے آن لائن لیکچرز، ڈیجیٹل پریزنٹیشنز اور وچوئل کلاس روم قرآن کی تعلیم کو زمانی و مکانی حدود سے نکال

کر مسلسل سیکھنے کے عمل سے جوڑ دیتے ہیں۔ اس سے طلبہ کو تلاوت، ترجمہ اور تشریح تک بار بار رسائی ملتی ہے، جو فہم کے استحکام میں مددگار ہے۔²⁰

قرآنی ایپس تجوید کی مشق، درست تلفظ کی سماعت، اور الفاظ کے معنی تک فوری رسائی فراہم کرتی ہیں۔ تاہم ان کے استعمال میں اساتذہ کی رہنمائی ضروری ہے تاکہ

طلبہ غیر مستند مواد یا سطحی تشریحات سے متاثر نہ ہوں۔ یہاں استاد کا کردار نگران اور رہنما کا ہو جاتا ہے۔²¹

آڈیو ویڈیو تدریس قرآنی قصص، مقامات نزول اور تاریخی پس منظر کو واضح کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ بصری مواد فہم کو گہرا اور سبق کو یادگار بناتا ہے، خاص

طور پر ان طلبہ کے لیے جو سماعتی کے بجائے بصری انداز سے بہتر سمجھتے ہیں۔²²

¹⁷ سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010، 156

¹⁸ Benjamin S. Bloom, Taxonomy of Educational, New York, Longmans, 1956, 18

¹⁹ William G. Spady, Outcome-Based Education, Arlington, AASA, 1994, 9

²⁰ محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011، 102

²¹ خورشید احمد، اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1998، 221

²² سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010، 167

Published:

February 15, 2026

اساتذہ کلاس روم میں ملٹی میڈیا بورڈ، پروجیکشن، اور انٹرایکٹو سرگرمیاں تدریس کو یک طرفہ عمل کے بجائے باہمی مکالمہ بنادیتی ہیں۔ اس کے باوجود یہ ضروری ہے کہ ٹیکنالوجی مقصد نہ بنے بلکہ فہم قرآن کا ذریعہ رہے۔

شرعی پہلو سے دیکھا جائے تو ڈیجیٹل ذرائع کا استعمال اس وقت قابل قبول ہے جب وہ قرآنی متن کے احترام، مستند مواد اور اخلاقی حدود کو ملحوظ رکھے۔ تعلیمی اعتبار سے بھی ٹیکنالوجی تب ہی مفید ہے جب اسے استاد کی تدریسی حکمت کے تابع رکھا جائے، ورنہ یہ توجہ ہٹانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔²³

پیشہ ورانہ تربیت کے موجودہ ماڈل کا تنقیدی جائزہ

قرآن کے اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کا موجودہ منظر نامہ دو بڑے دھاروں میں تقسیم دکھائی دیتا ہے: (1) مدرسہ سے وابستہ روایتی علمی تربیت، اور (2) اسکول سسٹم سے متعلق جدید ٹیچر ٹریننگ پروگرامز۔ دونوں نظام اپنی اپنی خوبیوں کے باوجود یک رخ تو ازن کا شکار ہیں، جس کی وجہ سے ثانوی سطح پر تدریس قرآن ایک جامع تدریسی ماڈل سے محروم رہتی ہے۔

ٹیچر ٹریننگ پروگرامز B.Ed ، M.Ed یا دیگر تدریسی کورسز میں عمومی تدریسی مہارتیں، سبق کی منصوبہ بندی، تعلیمی نفسیات، اور کلاس مینجمنٹ پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ مہارتیں قرآن کے استاد کے لیے بھی مفید ہیں، لیکن ان پروگرامز میں قرآنی علوم، تجوید، تفسیر یا دینی اسلوب تدریس پر مخصوص تربیت شاذ و نادر ہی شامل ہوتی ہے۔

نتیجتاً استاد تدریسی تکنیک تو سیکھ لیتا ہے مگر مضمون کی روح سے گہری وابستگی کمزور رہ سکتی ہے۔²⁴

اس کے برعکس مدرسہ سسٹم میں علمی روایت مضبوط ہوتی ہے۔ یہاں تجوید، قراءت، اور بنیادی تفسیر کی مہارتیں حاصل کی جاتی ہیں اور متن سے وابستگی گہری ہوتی ہے۔ تاہم جدید تعلیمی اصول، طلبہ کی نفسیاتی سطح کے مطابق تدریس، اور تدریسی ٹیکنالوجی کے استعمال کی منظم تربیت کم ملتی ہے۔ اس فرق کے باعث مدرسہ پس منظر رکھنے والا استاد علمی طور پر مضبوط مگر تدریسی تنوع میں محدود ہو سکتا ہے، جبکہ اسکول پس منظر رکھنے والا استاد تدریسی طور پر متحرک مگر قرآنی علوم میں گہرائی سے محروم رہ سکتا ہے۔²⁵

²³ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید مسائل، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، 88

²⁴ سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010ء، 176

²⁵ ابوالحسن علی ندوی، تعلیم و تربیت کے اسلامی اصول، لکھنؤ، دارالمصنفین، 1999ء، 81

Published:

February 15, 2026

سرکاری تربیتی کورسز اکثر عمومی اساتذہ کے لیے ڈیزائن کیے جاتے ہیں، جن میں قرآن کے اساتذہ کی مخصوص ضروریات کو الگ سے زیر بحث نہیں لایا جاتا۔ ان کورسز کی افادیت اس حد تک رہتی ہے کہ وہ عمومی تدریسی فہم پیدا کرتے ہیں، مگر قرآنی تعلیم کی خصوصیات — جیسے تجویدی درستگی، نص کے احترام، اور فہم آیات کے تدریجی اسلوب — پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔²⁶

اس تنقیدی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ تربیتی ماڈلز میں دینی اور عصری پہلو الگ الگ موجود ہیں مگر ان کا با مقصد امتزاج کم ہے۔ مؤثر پیشہ ورانہ تربیت اسی وقت ممکن ہے جب قرآن کے استاد کو ایک ایسے ماڈل کے تحت تیار کیا جائے جس میں قرآنی علم کی صحت، جدید تدریسی مہارت، اور اخلاقی و تربیتی شعور ہم آہنگ ہو۔

مؤثر تربیتی فریم ورک کی تشکیل کے اصول

قرآن کے اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو مستحکم اور مؤثر بنانے کے لیے ایک جامع تربیتی فریم ورک ضروری ہے جو اسلامی تعلیمی فلسفہ اور عصری تعلیمی سائنس کو ہم آہنگ کرے۔ اس فریم ورک کا مقصد استاد کو علمی مہارت، تدریسی حکمت عملی اور اخلاقی و تربیتی شعور کے یکساں امتزاج کے ساتھ تیار کرنا ہے، تاکہ وہ کلاس روم میں مؤثر اور فعال کردار ادا کر سکے۔²⁷

اسلامی تعلیمی فلسفہ اس فریم ورک کی روحانی و اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ استاد محض علم کا ناقل نہیں بلکہ کردار ساز اور اخلاقی رہنما سمجھا جاتا ہے۔ تدریس میں تدریجی اسلوب، طلبہ کی استعداد کے مطابق تعلیم، اور تربیت کے اخلاقی اصول شامل کیے جاتے ہیں، تاکہ تعلیم نہ صرف معلومات تک محدود رہے بلکہ کردار سازی اور اقداری تربیت بھی فراہم کرے۔²⁸

عصری تعلیمی سائنس استاد کو سیکھنے کے عمل، طلبہ کی نفسیاتی سطح، اور تدریسی حکمت عملی کے جدید اصولوں سے روشناس کراتی ہے۔ اس میں مکالماتی تدریس، فعال سیکھنے، اور اسٹوڈنٹ سینٹرڈ لرننگ شامل ہیں، جو قرآنی تعلیم کو ایک زندہ اور باہمی عمل میں بدل دیتے ہیں۔²⁹

تدریسی مہارتوں کی درجہ بندی بھی اس فریم ورک کا لازمی جز ہے۔ استاد کی مہارتیں علمی مہارت، تدریسی مہارت اور اخلاقی تربیت کے تینوں سطحوں پر مربوط ہونی چاہئیں۔ اس میں سبق کی منصوبہ بندی، مثالوں کا انتخاب، طلبہ کی شمولیت، اور فکری و عملی تربیت کے مؤثر طریقے شامل ہیں۔³⁰

²⁶ محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011، 123

²⁷ سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010، 190

²⁸ ابو الحسن علی ندوی، تعلیم و تربیت کے اسلامی اصول، لکھنؤ، دارالمصنفین، 1999، 90

²⁹ محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011، 128

Published:

February 15, 2026

مسلسل پیشہ ورانہ ترقی (CPD) تربیتی فریم ورک کا آخری ستون ہے۔ استاد کی مہارتیں وقتی کورسز تک محدود نہیں رہتیں بلکہ مستقل اپ ڈیٹ ہوتی رہتی ہیں۔

CPD میں ورکشاپس، سیمینارز، آن لائن کورسز اور نصابی مواد کی تازہ

کاری شامل ہوتی ہے، جو استاد کو جدید تعلیمی رجحانات اور قرآنی تعلیم کے معیاری تقاضوں سے ہم آہنگ رکھتی ہے۔³¹

مجموعی طور پر یہ اصول ایک ایسا تربیتی فریم ورک تشکیل دیتے ہیں جو دینی و عصری دونوں جہات کو یکجا کرتا ہے اور استاد کو علم، تدریس اور اخلاقی تربیت کے توازن کے ساتھ پیشہ ورانہ مہارت فراہم کرتا ہے، تاکہ ثانوی سطح پر قرآن کی تدریس مؤثر اور با معنی ہو۔

مستقبل کی تعلیمی حکمت عملی اور پالیسی سطح کی سفارشات

ثانوی سطح پر قرآن کی تدریس کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف استاد کی پیشہ ورانہ تربیت پر توجہ دی جائے بلکہ ریاستی اور ادارہ جاتی کردار کو بھی

فعال بنایا جائے۔ اس میں نصاب کی اصلاحات، اساتذہ کے لیے مخصوص اسناد اور تربیتی پروگرامز، اور تدریسی کارکردگی کی منظم جانچ شامل ہونی چاہیے۔³²

ریاستی کردار اس بات میں ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم کے لیے قوانین، مالی وسائل، اور معیار سازی کے اقدامات کس حد تک فعال ہیں۔ قرآن کی تدریس کے لیے مخصوص

سرکاری حکمت عملی میں استاد کی تربیت، نصاب کی نگرانی اور ادارہ جاتی نگرانی شامل ہونی چاہیے تاکہ تدریس معیاری اور با مقصد ہو۔³³

نصابی اصلاحات میں قرآن کے مضامین کو عملی زندگی، اخلاقی تربیت، اور معاصر مسائل سے مربوط کرنا ضروری ہے۔ نصاب کو اس طرح ڈیزائن کیا جائے کہ طلبہ نہ

صرف حفظ کریں بلکہ تدریس، فہم اور تنقیدی سوچ بھی حاصل کریں۔³⁴

اساتذہ کے لیے اسناد اور تربیتی معیار واضح ہونے چاہئیں۔ سرکاری اور نجی اداروں میں تربیتی کورسز، ورکشاپس، اور

CPD پروگرامز کے ذریعے استاد کی صلاحیتوں کی جانچ اور اپ ڈیٹ کی جانی چاہیے۔ یہ اقدامات تدریس کی مستقل بہتری اور پیشہ ورانہ معیار کی ضمانت فراہم

کرتے ہیں۔³⁵

³⁰ Lee S. Shulman, "Those Who Understand Knowledge Growth in Teaching," Educational Researcher 15, no. 2 (1986) 15

³¹ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید مسائل، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، 95

³² سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1982ء، 2010

³³ ابو الحسن علی ندوی، تعلیم و تربیت کے اسلامی اصول، لکھنؤ، دارالمصنفین، 1999ء، 95

³⁴ محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011ء، 135

Published:

February 15, 2026

کارکردگی جانچنے کے پیمانے تدریسی عمل کے مؤثر ہونے کو پرکھنے کے لیے اہم ہیں۔ اس میں طلبہ کی فکری اور عملی ترقی، اخلاقی تربیت، اور تدریسی تکنیک کی تاثیر شامل کی جائے، تاکہ صرف امتحانی نتائج پر انحصار نہ کیا جائے۔³⁶

آخر میں، تحقیق پر مبنی تدریسی نظام کا قیام ضروری ہے۔ اساتذہ کی تربیت، نصاب کی اصلاحات، اور تدریسی حکمت عملیوں کو تحقیق کے نتائج کی روشنی میں متواتر اپ ڈیٹ کیا جائے تاکہ تعلیم میں جدیدیت اور معیار قائم رہے۔ یہ ایک مربوط اور مستحکم نظام کی بنیاد ہے، جو مستقبل میں قرآن کی تدریس کو مؤثر اور عملی بناتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. ابوالحسن علی ندوی، تعلیم و تربیت کے اسلامی اصول، لکھنؤ، دارالمصنفین، 1999
2. خورشید احمد، اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1998
3. محمود احمد غازی، محاضرات قرآن، لاہور، الفیصل ناشران، 2011
4. مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید مسائل، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005
5. سید محمد نقوی، اسلامی نظریہ تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010
6. Benjamin S. Bloom, Taxonomy of Educational Objectives, New York, Longmans, 1956
7. John Dewey, Experience and Education, New York, Macmillan, 1938
8. Lee S. Shulman, Those Who Understand Knowledge Growth in Teaching, Educational Researcher 15, no. 2, 1986
9. William G. Spady, Outcome-Based Education, Arlington, AASA, 1994

³⁵ خورشید احمد، اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1998، 233

³⁶ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید مسائل، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005، 102